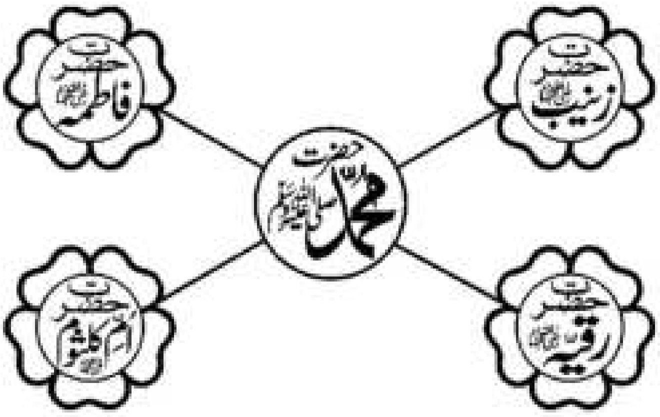
آسمان رسالت ﷺ کے نجوم وکواکب کا زریں سلسلہ

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا

الدین کا خصوصی شمارہ

بہ عنوان

بناتِ طیّبات



بیاد گار

محسنِ قوم وملت حضرت اقدس مولانا احمد حسن بھام سملکی

(بانی جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، سملک)

زیر سرپرستی

حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم

(شیخ الحدیث جامعہ ھذا)

حسبِ ایماء

حضرت اقدس مولانا احمد بزرگ صاحب سملکی مدظلہ العالی

(مہتمم جامعہ ھذا)

ناشر

شعبۂ تقریر و تحریر

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، سملک، گجرات

سوانحی خاکہ

اسمِ گرامی	:	اُمّ کلثومؓ
والد کا نام	:	محمد ﷺ بن عبداللہ
والدہ کا نام	:	خدیجہؓ بنت خویلد
قبیلہ	:	قریش
خاندان	:	بنو ہاشم
پیدائش	:	بعثتِ نبوت سے چھ سال قبل مکہ مکرمہ میں
پہلا نکاح	:	عتیبہ بن ابولہب کے ساتھ مگر رخصتی کا موقع نہ آیا۔
دوسرا نکاح	:	حضرت عثمان غنیؓ کے ساتھ
ہجرت	:	دین کے خاطر مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کی
اولاد	:	آپ کی کوئی اولاد نہ تھی
وفات	:	۹ھ
تدفین	:	جنت البقیع میں

حضرت اُمِّ کلثوم رضی اللہ عنہا بنت رسول ﷺ

علی محمد بن ضیاء الحق راجستھانی (درجۂ عربی ششم)

چمنستانِ تاریخ کی سرسبزی وشادابی میں اُن کھلتے ہوئے خوبصورت گلابوں اور عطر بیز نازک کلیوں کا بڑا کردار رہا ہے جن کا تذکرہ کرتے ہوئے مؤرخ کا قلم بارہا سجدہ ریز ہوتا ہے، جن کی حیاتِ مقدسہ پر لکھے گئے ایک ایک لفظ سے مشک وعنبر کی خوشبوئیں پھوٹتی ہیں اور جنھیں پڑھنے سے زندگی کی بدبودار اور متعفن راہوں میں بھی گلاب ونسترن اور چنبیلی کی مہک محسوس ہوتی ہے۔

آیئے! ایک ایسی ہی نازک کلی کا ذکرِ خیر کرتے ہیں، جس کی روح افزا شادابی اور عطر بیز مہک پر خود چمن نازاں ہے، جو براہِ راست باغبانِ اسلام ﷺ کے ہاتھوں تربیت پائی ہوئی ہے۔ جس کا شمار انگلیوں پر گنی جانے والی اُن مقدس ہستیوں میں ہوتا ہے جنھوں نے سب سے پہلے اسلام کے آفتابِ عالم تاب سے اکتسابِ فیض کیا۔ جسے قبولِ اسلام کے بعد نبوت کے دستِ حق پرست پر بیعت ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ جسے حضور ﷺ کے اشارۂ چشم وابرو پر ہجرت کی سعادت حاصل ہوئی۔ جسے قدرت نے ایک ناپاک مشرک گھرانے کے بجائے حضرت عثمان غنیؓ کے اس گھر کی چھت نصیب فرمائی، جہاں فرشتوں کے سر بھی شرم وحیا اور تقدس کے باعث جھک جایا کرتے تھے۔ یہی تو وہ نورِ مبین تھا جس کے آنے کے بعد حضرت عثمانؓ 'ذوالنورین' کہلائے اور جس کے وصال پر خود نبی اکرم ﷺ نے تجہیز وتکفین کا انتظام فرمایا اور یوں جسے زندگی کے روزِ اوّل سے تادمِ آخر حضور ﷺ کی صحبت، رفاقت اور برکت نصیب ہوتی رہی۔

یہ مقدس دوشیزہ حضرت محمد ﷺ کی لختِ جگر، حضرت خدیجہؓ کی نورِ نظر، پیکرِ شرم وحیا حضرت عثمان غنیؓ کی رفیقۂ حیات تقدس مآب حضرت اُمّ کلثومؓ ہیں۔ان اوراق میں ان ہی کی حیاتِ مقدسہ کی کچھ جھلکیاں قارئین کے حضور پیش ہیں:

نام ونسب

آپؓ سردارِ دوجہاں ﷺ کی تیسری صاحبزادی ہیں، آپ کا نامِ نامی اسمِ گرامی اُمّ کلثوم ہے اوراسی کنیت نما نام سے مشہور ہیں۔کوئی الگ نام نہیں ہے۔بیسیوں کتبِ تواریخ میں اصحابِ سیر نے اس کی وضاحت کی ہے؛ البتہ عبداللہؓ بن زبیر نے ان کا نام اُمیہ بتایا ہے۔والدِگرامی کا نام محمد ﷺ اور والدۂ مکرّمہ کا نام خدیجہ رضی اللہ عنہا تھا۔

آپؓ کا پدری نسب اس طرح ہے: اُمّ کلثومؓ بنت محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدِمناف بن قُصَی۔

مادری نسب اس طرح ہے: اُمّ کلثومؓ بنت خدیجہؓ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قُصَی۔اس طرح آپ کا نسب جانبین سے قُصَی نامی شخص پر جاکر مل جاتا ہے۔

(ازواجِ مطہرات وصحابیات انسائیکلوپیڈیا: ص ۲۶۶، بناتِ اربعہ: ص ۲۱۹، خاتونِ جنت حضرت سیدنا فاطمہؓ ص ۱۰۹)

ولادت اور نشوونما

سیّدہ اُمّ کلثومؓ کی ولادت بعثتِ نبوی سے چھ سال قبل مکہ مکرمہ میں ہوئی۔اُس وقت آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک ۳۴ سال اور والدہ حضرت خدیجہؓ کی عمر مبارک ۴۹ برس تھی۔ طفولیت کے احوال بالتفصیل مع جزئیات معلوم نہ ہوسکے؛ کیونکہ وہ ایسا پُرآشوب زمانہ تھا جس میں تاریخ کا ذوق وشوق رکھنے والے تاریخ داں بہت کم تھے۔تاہم اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ آپ کی تربیت اُن دوعظیم ہستیوں کے زیرِ سایہ ہوئی جن کی صداقت وامانت اور

شرافت ونجابت پر دشمن بھی متفق تھے۔ ظاہر ہے کہ ایسے ماں باپ کی صحبت وتربیت کسی نسخۂ اکسیر سے کم نہیں، اسی خصوصی تربیت نے آپؓ کی خوبیوں اوراوصاف کومزید چمکا دیا۔ بے جھجک کہا جاسکتا ہے کہ تعلیم وتربیت کے لیے دُنیا کی سب سے اچھی آغوش آپ کے حصہ میں آئی اور آپ نے اس سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ (ازواج مطہرات تذکرہ اُمّ کلثوم بنت محمد: ص ۲۶۶)

قبولِ اسلام اور بیعت

حضرت اُمّ کلثومؓ اپنی والدۂ ماجدہ حضرت خدیجہؓ کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہوئیں۔ مدینہ منورہ میں جب مسلمان عورتوں نے آپ سے بیعت کی اس وقت اُمّ کلثومؓ بھی حضور ﷺ کی بیعت سے بہرہ ور ہوئیں۔ (طبقات ابن سعد: ۸/ ۲۵)

نکاحِ اوّل

سیّدہ اُمّ کلثومؓ کا پہلا نکاح عتیبہ بن ابولہب سے ہوا تھا اور حضور ﷺ کی دوسری صاحبزادی حضرت رقیہؓ کا نکاح ابولہب کے دوسرے بیٹے عتبہ سے ہوا تھا۔ اس طرح دو بہنیں (اُمّ کلثومؓ اور رقیہؓ) دو بھائیوں (عتبہ اور عتیبہ) کے نکاح میں تھیں، لیکن ابھی رخصتی کی نوبت نہیں آئی تھی۔

ان دونوں صاحبزادیوں کی منگنی کا سبب یہ ہوا کہ حضور ﷺ کی صاحبزدی حضرت زینبؓ کا ابوالعاصؓ سے نکاح ہوا تھا جو بنوعبدالعزیٰ بن عبدِشمس بن عبدِمناف میں سے تھے۔ سیّدہ زینبؓ کی شادی ہوگئی تو بنوہاشم کوخیال آیا کہ آپ ﷺ کی دوسری صاحبزادیوں کا نکاح بھی کہیں دوسرے قبائل میں نہ ہوجائے۔ اس لیے کچھ عرصہ بعد ہی بنوعبدالمطلب کے کچھ لوگ ابوطالب کو ساتھ لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جناب ابوطالب نے بات شروع کی: اے بھتیجے! آپ نے زینب کا نکاح ابوالعاص سے کردیا۔

بے شک وہ اچھے داماد ہیں اور شریف انسان ہیں۔ مگر آپ کے عم زاد کہتے ہیں کہ جس طرح آپ پر حضرت خدیجہؓ کی بہن ہالہ کے بیٹے کا حق ہے اسی طرح آپ پر ہمارا بھی حق ہے، اور حسب ونسب اور شرافت میں بھی ہم ان سے کم نہیں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے چچا جان! قرابت داری اور رشتہ داری سے تو انکار نہیں؛ لیکن آپ مجھے سوچنے کا موقع دیں۔ آخر حضرت خدیجہؓ کے مشورہ سے اور بیٹیوں کی رضامندی سے یہ نکاح طے پایا۔ (سیدہ خدیجہ اور ان کی بیٹیاں: ص ۳۸)

طلاق

ابھی رخصتی کی نوبت پیش نہیں آئی تھی کہ حضور ﷺ نے علانیہ دعوتِ اسلام کا آغاز فرمادیا۔ کفرستان میں اس صدائے حق نے ہلچل مچادی۔ معبودانِ باطلہ کی نفی اور ایک اللہ کی گواہی نے کافروں کو آگ بگولہ کردیا۔ ان کافروں میں آپ کا حقیقی چچا ابولہب بھی پیش پیش تھا۔ صفا پہاڑی پر جب آپ ﷺ نے قریش کے مختلف قبائل کو حق کی دعوت دی تو سب سے پہلے یہی ابولہب چیخ اُٹھا کہ "تَبّاً لَکَ یَامُحَمّد! اَلِھٰذا جَمَعْتَنا؟" حضورِ پُرنور ﷺ خاموش رہے؛ مگر قرآن میں ربِّ ذوالجلال نے اس کا جواب دیا اور فرمایا:

تَبَّتْ يَدَا اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ① مَا اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ② سَيَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ③ وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ④ فِیْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ⑤

ترجمہ: ہاتھ ابولہب کے برباد ہوں اور وہ خود برباد ہو چکا، اس کی دولت اور اس نے جو کچھ کمائی کی تھی وہ اس کے کچھ کام نہیں آئی۔ وہ بھڑکتے ہوئے شعلوں والی آگ میں داخل ہوگا اور اس کی بیوی بھی لکڑیاں ڈھونڈتی ہوئی اپنی گردن میں مونجھ کی رسی لیے ہوئے۔ (آسان ترجمۂ قرآن: ۳/۱۹۶۸)

ابولہب اور اس کی بیوی اُمِّ جمیل نے اپنے متعلق یہ مذمت سنی تو دونوں آپے سے

باہر ہو گئے اور مارے غصہ کے ابولہب نے اپنے دونوں بیٹوں کو بلا کر کہا کہ: اگر تم نے محمد کی دونوں بیٹیوں کو طلاق نہ دی تو ہمارا تمہارے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا حرام ہے۔ اور اس کی بیوی اپنے دونوں بیٹوں کو بلا کر کہنے لگی کہ: محمد بن عبداللہ کی دونوں بیٹیاں رقیہ واُمّ کلثوم بے دین ہو گئی ہیں اور اپنے پرانے مذہب کو چھوڑ چکی ہیں لہٰذا تم ان کو طلاق دے دو۔

چنانچہ دونوں بیٹوں نے اپنے باپ کی اس بات کو تسلیم کر لیا اور عتیبہ نے حضرت اُمّ کلثوم کو اور عتبہ نے حضرت رقیہؓ کو طلاق دے دی۔ عتیبہ نے تو صرف طلاق پر ہی بس نہیں کیا؛ بلکہ طلاق دے کر آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: میں آپ کے دین (مذہبِ اسلام) کا منکر ہوں اور میں نے آپ کی بیٹی کو طلاق دے دی ہے۔ وہ مجھ کو پسند نہیں کرتی اور میں اس کو پسند نہیں کرتا۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ کی شانِ اقدس میں نہایت گستاخی اور بے ادبی سے کام لیا اور جو کچھ وہ بول سکتا تھا بول گیا اور جاتے جاتے بدبخت نے حضور ﷺ کے چہرۂ انور پر تھوک دیا۔ معصوم بیٹی کی طلاق سے زخمی باپ کے ہاتھ اُٹھ گئے اور زبان سے یہ الفاظ نکلے: "اللّٰهم سلّط عليه كلباً من كلابك" (اے اللہ! تو اپنے کتّوں میں سے ایک کتّے کو اس پر مسلّط فرما) ابوطالب پاس بیٹھے سن رہے تھے۔ فوراً اس کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے: اے بھتیجے! اس بددُعا سے تو ہرگز خلاصی نہیں پا سکتا ہے۔

جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا ویسے ویسے بددعا کی تکمیل کے مرحلے قریب آتے گئے۔ چنانچہ ایک قافلہ مکہ مکرمہ سے ملکِ شام کی طرف جانے کے لیے تیار ہوا، جس میں ابولہب اور اس کا بیٹا عتیبہ بھی تھا۔ ابولہب کو آنحضرت ﷺ سے دشمنی اور عداوت تھی؛ مگر یہ یقین رکھتا تھا کہ ان کی بددعا ضرور قبول ہو گی۔ اسی وجہ سے قافلہ والوں سے کہہ دیا کہ: مجھے محمد کی بدُدعا کی فکر لاحق ہے۔ سب قافلے والے منزلِ مقصود تک ہمارا پورا پورا دھیان رکھیں۔ چلتے چلتے ایک منزل پر پہنچے، جس کا نام زرقاء ہے۔ وہاں درندے بہ کثرت تھے۔ قافلہ والوں نے شب باشی کے لیے وہاں پڑاؤ ڈالا اور حفاظتی تدبیر کے طور پر یہ طے پایا

کہ تمام قافلے کا سامان ایک جگہ جمع کر دیا جائے، پھر اس کے اوپر عتیبہ کو سُلا دیا جائے اور باقی تمام لوگ اس کے اِرد گرد چاروں طرف سو جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ لیکن فیصلۂ خداوندی کو کون ٹال سکتا ہے اور نوشتۂ تقدیر کو کون بدل سکتا ہے؟ رات کو ایک شیر آیا اور سب کے منہ سونگھے، سب کو چھوڑتا چلا گیا۔ پھر اس زور سے زقند لگائی کہ سامان کے ٹیلے پر، جہاں عتیبہ سو رہا تھا، وہیں پہنچ گیا اور اس پر حملہ کر دیا، اس نے زور سے ایک چیخ ماری اور اس چیخ کے ساتھ ہی مر گیا۔ اس طرح نبی کریم ﷺ کی لسانِ مبارک سے نکلی ہوئی بددُعا انجام پذیر ہوئی اور وہ مردود جہنم رسید ہوا۔ (رسول اللہ ﷺ کی صاحبزدیاں: ص۳۹)

بعض اصحابِ سیرت نے یہ واقعہ عتبہ کے متعلق لکھا ہے؛ مگر صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ عتیبہ کے ساتھ ہی پیش آیا تھا، عتبہ تو مسلمان ہو گئے تھے جیسا کہ ان کے متعلق شعر ہے:

کرھنا عتيبة إذا اجرما   واحببت عتبة إذا اسلما

عتیبہ نے نافرمانی کی تو مجرم ہوا اور عتبہ نے تابعداری کی تو مسلم ہوا۔

كذا معتب مسلم فاحترز   وخف ان شب فتى مسلما

اسی طرح معتب مسلمان ہوا پس وہ محتاط رہا، (اے نوجوان!) تو بچ کسی نوجوان مسلمان کو گالے دینے سے (الصاوی شرح جلالین سورۂ لہب، جلد۶)

سسر اور ساس کا انجامِ بد

ابولہب کے بارے میں قرآنِ کریم نے جو وعید سنائی تھی کہ اس کے دونوں ہاتھ کٹ جائیں اور وہ بُری موت مرے تو اس کی تکمیل اس طرح ہوئی کہ غزوۂ بدر کے سات روز بعد ابولہب کے جسم پر ایک زہریلا دانہ نمودار ہوا، اسی میں وہ ہلاک ہو گیا۔ گھر والوں نے اس اندیشہ سے کہ اس کی بیماری ہم کو نہ لگ جائے، اس کو ہاتھ تک نہ لگایا۔ اسی حالت میں تین دن گزر گئے اور اس کی لاش پڑے پڑے سڑ گئی۔ گھر والوں نے بدنامی کے

خیال سے چند حبشی مزدوروں کو بلا کر لاش اٹھوائی، مزدوروں نے ایک گڑھا کھودا اور لکڑیوں سے دھکیل کر اسے گڑھے میں ڈال دیا، اور مٹی اور پتھروں سے اس کو پاٹ دیا۔ یہ تو دنیا میں رُسوائی ہوئی اور آخرت کی رُسوائی کا تو پوچھنا ہی کیا؟ (سیرت المصطفیٰ: ۱/۲۳۷)

چونکہ اُمِّ جمیل کے لیے قرآن کی وعید یہ تھی کہ ایندھن والی ہے اور جہنم میں جلنے والی ہے۔ اس کا ظہورِ تام اس طرح ہوا کہ اس کو آپ ﷺ سے خاص ضد اور دشمنی تھی۔ رات کے وقت آپ کی راہ میں کانٹے بچھایا کرتی تھی۔ چنانچہ قدرتِ خداوندی نے جب سلسلۂ انتقام وقہر کا آغاز فرمایا تو سب سے پہلے اس کو فقر وفاقہ لاحق ہوگیا۔ پھر وہ ابولہب کی موت سے غم زدہ رہنے لگی۔ پھر فقر و تنگ دستی اتنی بڑھی کہ لکڑیاں لاد کر لانے کی نوبت آگئی اور جو رسّی لکڑیاں باندھنے کی گلے میں پڑی ہوئی تھی۔ ایک دن ٹھوکر کھا کر جب گری تو گانٹھ پڑگئی جو پھندے کی طرح گلے میں پھنس گئی اور ایسا گلا گھٹا کہ تڑپ تڑپ کر مرگئی۔ یہ ہوا انجام یہ ان دونوں صلاح ومشورہ دینے والوں کا اور اس بُرے مشورے کو عملی جامہ پہنانے والے بیٹے کا۔ (معارف القرآن: ۸/۵۷۱)

دوسرا صدمہ

جس طرح کفار ومشرکین کے ظلم وستم کا زور بڑھتا رہا، اسلام بھی اسی شان وشوکت کے ساتھ تیزی سے پھیلتا رہا۔ مشرکین نے آخر تنگ آکر بنو ہاشم سے بائیکاٹ کا اعلان کردیا، جس کے باعث تقریباً ڈھائی سال تک یہ لوگ شعبِ ابی طالب کی گھاٹی میں محبوس رہے۔ اس جان گداز مصائب وآلام کا سامنا کرنے والی جفاکش بیٹیوں میں حضرت اُمِّ کلثومؓ بھی شامل تھیں۔ (ازواجِ مطہرات: ص۲۶۶)

ماں کی خدمت

خدا خدا کر کے ظلم وستم کا یہ دَور ختم ہوا۔ بائیکاٹ اپنے انجام کو پہنچا اور بنو ہاشم اپنے

اپنے گھروں کو لوٹے۔ مقاطعہ کے ختم ہونے کے بعد آپ کی والدۂ محترمہ حضرت خدیجہؓ کو مرض الموت نے گھیر لیا۔ اُس وقت حضرت زینبؓ اپنے سسرال میں تھیں اور حضرت رقیہؓ ہجرت کر کے حبشہ میں مقیم تھیں۔ حضرت فاطمہؓ اگرچہ گھر پر ہی تھیں، مگر بہت چھوٹی تھیں اور کمسن ہونے کی وجہ سے خود خدمت کی محتاج تھیں۔ اُس وقت صرف تنِ تنہا حضرت اُمّ کلثومؓ نے اپنی والدہ کی خدمت کی سعادت حاصل کرتے ہوئے اس فریضہ کو بہ حسن وخوبی انجام دیا۔ (اُمّ کلثوم بنتِ رسول: ص۱۶۲)

والدۂ محترمہ کا سانحۂ وفات

بعثت کے بعد سے مقاطعہ تک پے درپے قربانیوں نے حضرت خدیجہؓ کی کمر توڑ دی تھی۔ اور بالآخر راہِ عشق میں وفا کی یہ بے مثال داستان اختتام پذیر ہوئی اور رمضان المبارک ۱۰ نبوی میں حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہوا۔ مقبرۂ حجون میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ سیّدہ اُمّ کلثومؓ اپنی والدۂ محترمہ کی جدائی پر بہت زیادہ محزون ومغموم تھیں۔ طلاق، مقاطعہ اور اب والدہ کی وفات نے ان کو اندر سے ہلا کر رکھ دیا۔ مگر آپ کوہِ صبر واستقامت بن کر جمی رہیں اور صبر وضبط کا بے نظیر مظاہرہ کیا۔ (ازواجِ مطہرات: ص۲۶۸)

مدینہ کی جانب ہجرت

شیدائیانِ لات وعزّیٰ اہلِ اسلام پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جارہے تھے اور مسلمان یہ سب کچھ صبر واستقامت کے پہاڑ بن کر سہہ رہے تھے یہاں تک کہ خدا کی طرف سے مدینہ کی جانب ہجرت کر جانے کا حکم نازل ہوا۔ حکم ہوتے ہی مسلمانوں کے قافلے مدینہ کی جانب ہجرت کرنے لگے۔ یہاں تک کہ خود نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ بغیر اہل وعیال کے ہجرت فرمائی۔ چونکہ یہ دونوں حضرات نہایت ہی نازک وقت

میں جان بچا کر اکیلے ہی مکہ سے مدینہ کی جانب نکل گئے تھے۔ اہلِ خانہ کو اُس وقت ساتھ لینے کا نہ موقع تھا اور نہ ہی دانشمندی؛ اس لیے جب حضور ﷺ مدینہ منورہ پہنچے تو زید بن حارثہؓ اور حضرت ابو رافعؓ کو دو سواریاں اور ۵۰۰ درہم سفر خرچ دے کر — جو بطورِ سفر خرچ حضرت صدیق اکبرؓ نے خدمتِ اقدس میں پیش کیے تھے — مکہ مکرمہ کی جانب بھیجا۔ ان دونوں کی معیت میں حضرت صدیقِ اکبرؓ نے عبداللہ بن اریقط کو دو اونٹ دے کر ارشاد فرمایا کہ: میرے بیٹے عبداللہ کو یہ خبر دینا کہ وہ بھی اپنے اہلِ خانہ کو آپ ﷺ کے اہلِ خانہ کے ساتھ لے کر آئے۔ یہ حضرات مکہ مکرمہ پہنچے تو حضرت زید بن حارثہؓ اپنی بیوی اُمّ ایمن، بیٹے اُسامہ بن زید، اُمّ المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ، حضرت اُمّ کلثوم اور حضرت فاطمہ ؓ کو، اور حضرت صدیقِ اکبرؓ کے صاحبزادے عبداللہؓ اپنی والدہ اور دو بہنوں (حضرت عائشہؓ اور حضرت اسماءؓ) کو لے کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ حضرات اُس وقت مدینہ پہنچے جب آپ ﷺ مدینہ منورہ میں مسجدِ نبوی شریف کی تعمیر میں مصروف تھے۔ رہائش کے لیے مستقل مکان نہیں بنے تھے۔ چنانچہ عارضی طور پر آپ ﷺ کے اہلِ خانہ نے حضرت حارثہ بن نعمانؓ کے مکان پر قیام فرمایا۔ بعد میں حضرت عائشہؓ کا حجرۂ مبارکہ تیار ہوا، تب اس میں اہلِ خانہ قیام پذیر ہوئے۔

حضرت فاطمہؓ اور حضرت اُمّ کلثومؓ دونوں نے ایک ساتھ ہجرت فرمائی۔ یہ دونوں بناتِ صغیرہ ہجرت میں بناتِ کبیرہ (حضرت زینبؓ اور حضرت رقیہؓ) سے فوقیت وسبقت لے گئیں۔ اس طرح حضرت اُمّ کلثوم نے ہجرت کا اہم فریضہ انجام دے کر اس کا ثواب حاصل کیا اور مہاجرین کی فہرست میں اپنا نام درج کروالیا۔ (بناتِ اربعہ: ص ۲۲۳)

دوسرا نکاح

جب ۲ھ خلیفۂ برحق، دامادِ محسنِ انسانیت، پیکرِ شرم و حیا کی زوجۂ محترمہ اور نبی آخر

الزماں ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کا انتقال ہوگیا تو آنحضرت ﷺ نے دیکھا کہ حضرت عثمان غنیؓ بہت زیادہ غمگین اور رنجیدہ ہیں۔ایک دن آپ ﷺ نے پوچھا کہ: میں آپ کو بہت زیادہ مغموم دیکھ رہا ہوں۔ حضرت عثمانؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا مجھ سے زیادہ کسی کو تکلیف پہنچی ہوگی؟ کہ آپ کی لختِ جگر — جو میرے عقد میں تھیں — کی وفات ہوگئی جس سے میری کمر ٹوٹ گئی اور میرا رشتۂ دامادی جو آپ سے تھا نہیں رہا۔ ابھی یہ باتیں چل ہی رہی تھیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عثمان! لو یہ جبرئیل آئے ہیں اور اللہ کی طرف سے مجھ کو یہ حکم دے رہے ہیں کہ میں اپنی بیٹی اُمّ کلثوم کا نکاح تم سے کروادوں۔ آؤ! تم متوفّی بیوی سیدہ رقیہؓ کے مہر ہی پر نکاح کرلو اور اس کے ساتھ ایسا حسنِ سلوک اور برتاؤ کرنا جیسا کہ ان کی متوفی بہن سے کرتے تھے۔ یہ فرما کر آپ نے اُمّ کلثومؓ کا نکاح حضرت عثمان غنیؓ سے کروادیا۔ (رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں: ص ۳۵)

ایک اور روایت میں اس نکاح کے متعلق مذکور ہے کہ: حضرت رقیہؓ کے سفرِ آخرت کے بعد حضرت عثمان غنیؓ اس بات کے متمنی تھے کہ آپ کا رشتۂ دامادی حضور ﷺ سے برقرار رہے، آپ ﷺ کی باندی اُمّ عیاشؓ (یہ وہ خاتون ہے جسے نبی کریم ﷺ نے حضرت رقیہؓ کو بطورِ ہدیہ خدمت کے لیے عنایت فرمائی تھی) کا بیان ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا: میں نے وحیِ آسمانی کے مطابق اپنی بیٹی اُمّ کلثومؓ کو حضرت عثمانؓ کے عقد میں دینے کا ارادہ فرمایا ہے۔ اس روایت سے بھی یہ ثابت ہوا کہ یہ عقد من جانب اللہ ہے۔ (بناتِ الربعہ: ص ۲۲۸)

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "مَا اَنَا اُزَوِّجُ بَنَاتِي وَلٰكِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُزَوِّجُهُنَّ" یعنی میں اپنی بیٹیوں کو اپنی مرضی سے کسی کے نکاح میں نہیں دیتا بلکہ من جانب اللہ ان کے نکاح ہوتے ہیں۔ اگر بہ نظرِ انصاف دیکھا جائے تو رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد غمازی کرتا ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ کے ساتھ اُمّ کلثومؓ کا نکاح بہ امرِ خداوندی

ہوا ہے۔ (بناتِ اربعہ:ص ۲۲۷)

اس نکاح کے متعلق ایک اور روایت میں مذکور ہے کہ: جن ایام میں سیّدہ رقیہؓ کا انتقال ہوگیا انھیں دنوں حضرت حفصہ بنت عمر فاروقؓ کے پہلے خاوند کا انتقال ہوگیا تھا۔ جب عمر فاروقؓ نے دیکھا کہ عثمان غنیؓ بہت زیادہ مغموم رہتے ہیں تو کہنے لگے: اے عثمان! تم میری بیٹی حفصہؓ سے نکاح کرلو۔ لیکن حضرت عثمانؓ نے تأمل کیا اور کچھ جواب نہ دیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ انھیں معلوم ہو چکا تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ خود حضرت حفصہؓ سے نکاح کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ادھر حضرت عمرؓ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور شکایت کی کہ میں نے عثمان غنیؓ کے سامنے حفصہؓ سے نکاح کی پیشکش کی؛ مگر انھوں نے کچھ جواب نہیں دیا۔ تو آنحضرت ﷺ نے اطمینان دلاتے ہوئے فرمایا کہ: "يتزوج حفصة من هو خير عثمان، ويتزوج عثمان من هي خير من حفصة" (میں حفصہؓ کے لیے عثمانؓ سے بہتر شوہر اور عثمانؓ کے لیے حفصہؓ سے بہتر زوجہ تلاش کرتا ہوں) پھر آپ ﷺ نے حضرت حفصہؓ کو اپنے نکاح میں لے لیا اور حضرت عثمانؓ کا عقدِ نکاح اپنی صاحبزادی حضرت اُمّ کلثومؓ سے کر دیا۔ (صحابیات:ص ۱۱۴، بناتِ اربعہ:ص ۲۳۰، سیّدہ خدیجہؓ اور ان کی بیٹیاں:ص ۴۰۶)

مذکورہ بالا روایت میں آپ ﷺ نے اپنی بیٹی کے لیے "خیر" یعنی بہتر کا لفظ استعمال فرمایا۔ یہ حضرت اُمّ کلثومؓ کے لیے اعزاز و اکرام کی دلیل ہے۔

غرض اس طرح پیغمبرِ اسلام ﷺ کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے حضرت عثمان غنیؓ کے عقد میں آئیں، جس کی وجہ سے انھیں رہتی دنیا تک کے لیے 'ذوالنورین' کا لقب ملا۔

رخصتی

سیّدہ عائشہؓ حضرت اُمّ کلثومؓ کی شادی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ: سردارِ دو جہاں ﷺ نے اُمّ کلثوم کی شادی کے موقع پر اُمّ ایمنؓ سے خطاب کر کے فرمایا کہ

میری بیٹی اُمِّ کلثومؓ کو تیار کرو اور عثمان غنی کے گھر پہنچا دو۔ اور اس کے پاس دَف بجاؤ۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ رخصتی کے تین روز بعد حضور ﷺ سیدہ اُمِّ کلثومؓ کے گھر تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا: اے پیاری بیٹی! تمھیں اپنے سرتاج کیسے لگے۔ انھوں نے جواب دیا کہ: وہ بہت اچھے ہیں۔ (سیّدہ خدیجہؓ اور ان کی بیٹیاں: ص ۴۸)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا مختصر سوانحی خاکہ

اسمِ گرامی: عثمان والد کا نام: عفان

کنیت: ابوعبداللہ لقب: ذوالنورین

مدتِ خلافت: ۱۲ رسال (از ۲۴ھ تا ۳۵ھ) (مزید تفصیلی حالات کے لیے دیکھیے: عشرۂ مبشرہ: از ص ۲۵۷ تا ص ۳۳۲، ناشر: شعبۂ تقریر وتحریر جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین، ڈابھیل)

فتحِ مکہ میں شرکت

فتحِ مکہ کے موقع پر اُمِّ کلثومؓ اور حضرت فاطمہؓ دونوں آپ ﷺ کے ساتھ تھیں اور فتحِ مکہ میں شرکت کر کے اِسی سفر میں آپؓ نے اپنی والدۂ ماجدہ حضرت خدیجہؓ کے روضہ کی زیارت فرمائی، پھر حضور ﷺ ہی کی معیت میں مدینہ کی طرف روانہ ہوئیں اور مدینہ پہنچ کر اخیر تک رفاقتِ عثمانی میں رہیں۔ حضرت اُمِّ کلثومؓ چھ برس تک حضرت عثمانؓ کی رونقِ خانہ بنی رہیں۔ (ازواجِ مطہرات وصحابیات انسائیکلوپیڈیا: ص ۱۷۲)

وفات

سیّدہ اُمِّ کلثومؓ کی وفات شعبان المعظم ۹ھ میں ہوئی، آپ کی وفات پر تاجدارِ دو عالم ﷺ کو بہت زیادہ صدمہ ہوا۔

تجہیز و تکفین

حضور ﷺ کے حکم و ایما پر تجہیز و تکفین کا انتظام کیا گیا۔ جن خوش نصیب عورتوں نے اُمّ کلثومؓ کو غسل دیا، مختلف روایات میں ان کے اسمائے گرامی مع روایات و تفصیلات کے کچھ یوں ہے:

حضرت عمرہ بنت عبدالرحمٰن فرماتی ہیں کہ: حضرت اُمّ کلثومؓ کو انصار کی چند عورتوں نے غسل دیا، من جملہ ان کے اُمّ عطیہؓ بھی تھیں۔ (طبقات ابن سعد: ۸-۲۶)

حضرت اسماء بنت عمیسؓ کا بیان ہے کہ: میں نے اور صفیہ بنت عبدالمطلب نے اُمّ کلثومؓ کو غسل دیا اور میں نے ان کے لیے حکم کے مطابق کھجور کی تازہ شاخوں سے نعش بنائی اور اس طرح انھیں چھپا دیا۔ (طبقات ابن سعد: ۸/۲۵)

حضرت لیلیٰ بنت قانف ثقفیہؓ فرماتی ہیں کہ: میں ان عورتوں میں سے تھی جنھوں نے اُمّ کلثومؓ کو غسل دیا اور غسل کے بعد رسول اللہ ﷺ سے کفن لے کر ان کو ہم نے کفن دیا۔ کفن کے کپڑے حضور ﷺ کے پاس تھے، آپ ﷺ دروازے کے پاس سے ایک ایک کر کے ہم کو کفن کے کپڑے دے رہے تھے۔ (رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں: ص ۳۶)

نبی اکرم ﷺ نے غسل دینے والی عورتوں کو یہ حکم دیا تھا کہ: تم ان کو بیری کے پتوں والے پانی سے تین، پانچ یا سات مرتبہ غسل دو اور اخیر میں خوشبو لگاؤ۔ بعد ازاں مجھے خبر کرو۔ چنانچہ عورتوں نے اسی طرح کیا اور پھر خدمتِ اقدس ﷺ میں اطلاع دی تو آپ ﷺ دروازہ کے پاس ہی کھڑے کھڑے کفن کے کپڑے دیتے رہے۔ آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق ہی ان عورتوں نے کپڑوں کو استعمال کیا۔ سب سے پہلے آپ ﷺ نے چادر (تہہ بند) دی، پھر کرتی، پھر دوپٹہ دیا، پھر ایک بڑی چادر مرحمت فرمائی۔ اس کے بعد مزید ایک کپڑے میں لپیٹا گیا جس سے آپ کا تمام بدن چُھپ گیا۔ اس طرح سے غسل و

کفن کا کام اختتام پذیر ہوا۔ سیّدہ اُمّ کلثومؓ کے لیے یہ اعزاز کی بات ہے کہ بعد میں فقہائے کرام نے انھیں روایات سے غسل وکفن کے مسائل مستنبط کیے۔ گویا اس عالمِ فانی سے پردہ فرما جانے کے بعد بھی اُمت کی رہبری کا فریضہ انجام دیا۔

(بنات اربعہ: ص ۲۴۱، سیّدہ خدیجہؓ اور ان کی بیٹیاں: ص ۴۹)

نمازِ جنازہ اور تدفین

جب حضرت اُمّ کلثومؓ کے کفن غسل کا کام تکمیل کو پہنچ گیا تو ان کی نمازِ جنازہ کے لیے خود محسنِ انسانیت ﷺ تشریف لائے اور نمازِ جنازہ پڑھائی اور اُس وقت جتنے بھی صحابہؓ موجود تھے وہ تمام شامل ہوئے۔ اس سے بڑھ کر کیا فضیلت ہوسکتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خود نمازِ جنازہ پڑھائی اور مغفرت کی دُعا کی اور سبھی صحابہ کرامؓ بھی شریک رہے۔ نماز کے بعد آپؓ کے جنازہ کو جنت البقیع میں لایا گیا۔ آپ ﷺ بھی تشریف لائے اور فرمایا: ایسا کون شخص ہے جس نے گزشتہ رات میں مباشرت نہ کی ہو تو حضرت ابوطلحہؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں ہوں! تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم قبر میں اُترو۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ: اُس وقت آپ ﷺ کی چشمِ مبارک سے آنسو جاری تھے۔ (طبقات ابن سعد: ص ۸/۲۶)

حضرت سعد بن زرارہؓ فرماتے ہیں کہ: قبر میں علیؓ ابن ابوطالب، فضل بن عباسؓ اور اسامہ بن زیدؓ اُترے تھے۔ (طبقات ابن سعد: ۸/۲۶)

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت اُمّ کلثومؓ کے انتقال پر تجہیز وتکفین اور نمازِ جنازہ میں خود سردارِ دوعالم ﷺ شریک تھے اور یہ تمام اُمور آپ ﷺ کی نگرانی میں انجام پائے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تسکینِ خاطر

سیدہ اُمِ کلثومؓ کی وفات سے حضرت عثمانؓ پر جو افتاد پڑی اس سے آپؓ غم زدہ

رہنے لگے۔ ایک تو اُمّ کلثومؓ کی جدائی کا غم اور دوسرا آپ ﷺ سے رشتۂ دامادی کے منقطع ہوجانے کا غم۔ اِن غموں نے آپ کو نڈھال کردیا۔ چنانچہ آپؓ کی تسکین کی خاطر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: اگر میری تیسری لڑکی ہوتی تو میں اس کا نکاح بھی عثمانؓ سے کروادیتا۔ (رسول اللہ کی صاحبزادیاں: ص۳۷)

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر میرے پاس دس بیٹیاں ہوتیں تو میں (یکے بعد دیگرے) حضرت عثمانؓ کے عقدِ نکاح میں دے دیتا۔ جیسا کہ ابن سعد راقم ہے: "لو كان عشراً لزوجتهن عثمان." (طبقات ابن سعد: ۸/ ۲۵)

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر میری چالیس لڑکیاں بھی ہوتیں تو یکے بعد دیگرے عثمان سے ان کا نکاح کراتا جاتا؛ یہاں تک کہ ان میں سے ایک بھی باقی نہ رہتیں۔

ایک اور روایت مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اگر میری سولڑکیاں ہوتیں تو میں سب لڑکیاں یکے بعد دیگرے عثمان کے عقدِ میں دے دیتا۔

(صحابیات: ص۱۱۴، بحوالہ تاریخ الخمیس: ص۳۱۲)

ممکن ہے کہ ان میں سے بعض روایات پر کلام کیا گیا ہو مگر ان سب روایات کے پیشِ نظر مجموعی طور پر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر سیّدہ اُمّ کلثومؓ کے بعد اور کوئی صاحبزادی ہوتی تو اسے بھی حضرت عثمانؓ کے عقد میں آنا تھا۔

حلیہ

خادمِ رسول ﷺ حضرت انس بن مالکؓ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت اُمّ کلثومؓ کے جسم پر ایک بیش قیمت ریشمی دھاری دار منقش چادر دیکھی۔ اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اُمّ کلثومؓ کا لباس عمدہ ہوتا تھا اور حضرت عثمان غنیؓ کی رفاقت میں آپؓ کا اس طرح

ریشمی دھاری دار لباس کا استعمال کرنا یہ حضرت عثمانؓ کا حضرت اُمّ کلثومؓ کے ساتھ حسنِ اخلاق اور اچھا برتاؤ کرنے کی دلیل ہے۔ اِس سے زوجین کے مابین تعلقات کی شائستگی معلوم ہوتی ہے۔ (بنات اربعہ: ص ۲۳۶)

اولاد

حضرت اُمّ کلثومؓ کا پہلا نکاح عتیبہ سے ہوا، اس سے اولاد کا نہ ہونا ظاہر ہے؛ کیونکہ رخصتی کی نوبت ہی نہ آنے پائی تھی۔ پھر آپ کا نکاح حضرت عثمانِ غنیؓ سے ہوا اور ان سے بھی آپ کو کوئی اولاد نہ ہوئی۔ (بناتِ اربعہ: ص ۲۳۴، صحابیات: ص ۱۱۳)

خلاصۂ کلام

یہ نبی آخرالزماں سرورِ کائنات حضرت محمد ﷺ کی صاحبزادی حضرت اُمّ کلثومؓ کی مختصر سوانح حیات تھی، جن کی زندگی امت کی ماؤں اور بہنوں کے لیے اسوۂ حسنہ اور مشعلِ راہ ہے کہ اس کی روشنی میں دورِ حاضر کی مسلمان خواتین اپنی زندگی کی شاہ راہوں پر چلنے میں مدد حاصل کر سکتی ہیں اور ان کے نقشِ قدم پر چل کر فلاحِ دارین کی مستحق بن سکتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان پاکیزہ نفوس کی حیاتِ بابرکات کو اپنے لیے نمونہ اور آئیڈیل بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!